Al-Hikmat

Volume 29 (2009) p.p.17-26

اسماعیلیت اور اقبال

ڈاکٹر علی رضا طاہر

اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ فلسفہ جامعہ پنجاب، لاہور، پاکستان

خلاصہ

علامہ محمد اقبال کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ۔عصر حاضر میں جہاں کہیں اسلام کا ذکر ہوتا ہے وہاں وہ ایک نمائندہ مفکر کے طور پر جانے جاتے ہیں اور صرف یہی نہیں دنیا میں کوئی سر زمین اور کوئی زندہ زبان ایسی نہیں جس میں علامہ اقبال کے افکار ترجمہ نہ کیے گئے ہوں ۔علامہ اقبال ۲۱، اپریل ۱۹۳۸ کو اس دنیائے فانی سے عالم جاودانی کی طرف سفر کر گئے لیکن وہ آج بھی زندہ ہیں اس لئے کہ اُن کی فکر زندہ ہے اور اُنھوں نے انسانی زندگی کے اُن حالات و مسائل پر بحث کی ہے جو ہر دور میں انسانی معاشروں کو درپیش ہوتے ہیں اُن حالات و مسائل کی نشاندہی، اُن کے بارے میں سوال اُٹھانا اور پھر زماں ومکاں کی حدود وقیود سے ماوراء ہو کر اُن کے جواب مہیا کرنا علامہ اقبال کا وہ کارنامہ ہے جس سے وہ تاریخ فکر انسانی میں ہمیشہ زندہ رہیں گے۔وہ نابغہ الدھر تھے اُنھوں نے اپنی شاعری (اردو اور فارسی) اور نثر (انگریزی اور اردو) میں تاریخ انسانی کی اہم ترین شخصیات اور تحریکات فکر کا ذکر کیا ہے انھی فکری تحریکوں میں ایک اسماعیلیہ بھی ہے اس کو باطنیہ بھی کہا جاتا ہے اس تحریک کو بعض اوقات افسانوی انداز میں بھی بیان کیا جاتا ہے علامہ اقبال نے اپنی مختلف تحریروں میں اسماعیلیت کے بارے میں کیا نقطہ نظر اختیار کیا ہے؟ ہمارا یہ مقالہ علامہ اقبال کے اس نقطہ نظر کو بیان کرنے کیا ایک کوشش ہے علامہ اقبال کی پہلی باقاعدہ فلسفیانہ کاوش ان کا ڈاکٹریٹ کا تحقیقی مقالہ The Development of Metaphysics in Persia ہے۔لہٰذا ہم اپنی اس بحث کو مذکورہ بالا مقالے سے شروع کرتے ہوئے بتدریج ان کی بعدوالی تحریروں کے تناظر میں آگے بڑھائیں گے۔

کلیدی الفاظ: اسلام، اسماعیلیت، علامہ محمد اقبال، عقلیت، آزاد خیالی، عالمگیر روح، وحدت اولیٰ

علامہ اقبال نے اپنے قیام یورپ کے دوران The Development of Metaphysics in Persia کے عنوان کے تحت ایک تحقیقی مقالہ لکھا ۱۹۰۷ء میں جرمنی کی میونخ یونیورسٹی نے انھیں اس مقالے پر Ph.D. کی ڈگری عطا کی جیسا کہ مقالے کے عنوان سے ظاہر ہے اس مقالے میں علامہ اقبال نے ایران میں مابعدالطبیعیات کے تدریجی ارتقاء کو بیان کیا ہے۔ علامہ اقبال کا یہ مقالہ چھ ابواب اور ایک نتیجے پر مشتمل ہے اس میں تقریباً ایک سو پچاس کے قریب شخصیات اور تحریکات فکر کو زیر بحث قرار دیا گیا ہے اس مقالے کا تیسرا باب Islamic Rationalism کے عنوان سے ہے اس باب کو اُنھوں نے مزید تین ذیلی عنوانات کے تحت آگے بڑھایا ہے اُن تین ذیلی عنوانات میں سے دوسرا حصہ Contemporary Movements of Thought کے زیر عنوان ہے اس حصے میں علامہ اقبال نے اسماعیلیت کے حوالے سے ان الفاظ میں اظہار خیال کیا ہے۔

> ''سند کا احیاء یعنی اسماعیلیت جو خاص کر ایرانی تحریک تھی اور جس نے آزاد خیالی کو مٹانے کے بجائے اس سے مصالحت کرنے کی کوشش کی اگرچہ یہ تحریک اس زمانے کے کلامی مناقشات سے کوئی علاقہ نہیں رکھتی تھی لیکن اس کو آزاد خیالی سے اساسی تعلق تھا ان اسالیب کی مشابہت سے جن کو اسماعیلی مبلغین اور اس مجلس کے ارکان نے اختیار کیا تھا جو اخوان الصفاء کے نام سے مشہور تھی یہ پتہ چلتا ہے کہ ان اداروں میں کوئی مخفی تعلق تھا اس تحریک کے بانیوں کا خواہ کچھ ہی مقصد ہوتا تاہم عقلی مظاہر کی حیثیت سے اس کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔'' (۱)

مذکورہ بالا اقتباس کی روشنی میں اقبال کی پہلی رائے یوں بنتی ہے

> ''اسماعیلی تحریک نے عقل کو فروغ دیا اور اس کا آزاد خیالی سے اساسی تعلق تھا۔''

جہاں تک علامہ اقبال کی اس رائے کا تعلق ہے اس پر تبصرہ کرنے کی ضرورت نہیں اس لئے کہ عقلیت نے واقعاً آزاد خیالی کو رواج دیا اور تاویل پر انتہائی زور دیا۔

اقبال کی دوسری رائے یہ ہے کہ ''یہ ایک ایرانی تحریک تھی'' یہاں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اس سے اقبال کی مراد یہ ہے کہ اپنی خصوصیات کے اعتبار سے یعنی عقل کی طرف میلان کی وجہ سے اس کی ایرانی ذہن سے مشابہت پائی جاتی ہے بعض مسلمان حکمرانوں نے اس کو مجوسی الاصل قرار دیا ہے بعض مستشرقین نے بھی

اسماعیلیت پر اسی طرح کا الزام لگایا ہے جس کا جواب اقبال نے آئندہ سطور میں دیا ہے جس کا ہم بعد ازاں ذکر کریں گے۔

اس حوالے سے سید امیر علی نے Spirit of Islam میں نامور مؤرخ مقریزی متوفی ۸۴۵ کے حوالے سے لکھا ہے کہ اسماعیلیوں نے فاطمیوں کے نام سے ایک نئی سلطنت قائم کی جو مغرب الاقصیٰ سے لیکر مصر تک پھیلی ہوئی تھی ۔ فاطمیوں نے عباسیوں کی حکومت کو ہلا کر رکھ دیا اُن سے علاقے چھین لئے اور اُن کی سلطنت کو محدود کر دیا اس کے جواب میں عباسیوں نے اپنے درباری مولویوں کو اکٹھا کر کے اُن سے فتویٰ لیا کہ اسماعیلی تحریک یہودی یا مجوسی ہے اور اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ۔۲

جب کہ حقیقت بھی یہی ہے کہ اسماعیلیہ تحریک اپنی اصل کے اعتبار سے عرب ہے اسماعیلیہ کے آغاز کے حوالے سے مذکورہ بالا تحقیقی مقالے میں ہی اقبال یوں اظہار نظر کرتے ہیں۔

> ''فرقہ اسماعیلیہ ابتداً ء شیعہ مذہب ہی کی شاخ تھا لیکن عبداللہ ابن میمون کے زمانے میں جو غالباً مصر کے فاطمی خلفاء کا مورث اعلیٰ تھا اس نے عالمگیر نوعیت حاصل کر لی عبداللہ ابن میمون نے اس زمانے میں وفات پائی جب آزاد خیالی کے زبردست دشمن الاشعری کی ولادت ہوئی اس نے عجیب وغریب تدبیر سوچی اور مختلف رنگ کے خیالات کی آمیزش سے ایک مغلق نظام فلسفہ تعمیر کیا جواپنی پراسرار نوعیت اور مبہم فیثا غورثی فلسفہ کی وجہ سے ایرانی ذہن کے لئے بے حد مرغوب تھا اس نے مجلس اخوان الصفاء کے ارکین کی طرح عقیدہ امامت کے مقدس بھیس میں اس زمانے کے مروجہ تصورات کو مرتب و منضبط کرنے کی کوشش کی یونانی فلسفہ، مسیحیت، عقلیت، تصوف، مانویت، ایرانی الحاد اور سب سے بڑھ کر حلول کے تصور نے اسماعیلی نظام کی تشکیل میں حصہ لیا۔'' (۳)

اسماعیلیوں نے اپنے آپ کو منظم کر کے ایک الگ سلطنت قائم کی جس نے عباسیوں کے تسلط کو ہلا کر رکھ دیا اور ان کی قلمرو کو محدود کر دیا۔ عباسی انھیں اپنے لئے خطرہ تصور کرتے تھے اسماعیلیوں نے فاطمیوں کے نام سے قائم کی گئی سلطنت کے تحت تقریباً تین سو سال حکومت کی اسماعیلی خاندان اہل بیت رسولؐ سے تعلق کے دعویدار تھے دوسری طرف عباسی بھی خاندان رسولؐ سے تعلق کا دعوی کرتے تھے جب فاطمیوں نے اپنی الگ سے حکومت قائم کر لی تو عباسیوں نے انھیں اپنے لیے بڑا خطرہ سمجھا اور اپنے درباری مولویوں سے فتوٰی دلوا کر انھیں مجوسی

الاصل قرار دیا دوسری طرف بعض مستشرقین نے بھی اسماعیلیت کو ایک ایرانی تحریک کا نام دے کر اسے عربوں کے تسلط کے خلاف ایرانیوں کی سازش اور جنگ قرار دیا۔

اسماعیلیہ تحریک کی سیاسی سرگرمیوں کی وجہ سے جن مستشرقین و مسلمان دانشوروں نے اسے عربوں کے تسلط کے خلاف ایرانیوں کی سازش اور جنگ قرار دیا ان کے جواب میں اقبال کہتے ہیں۔

''بدقسمتی سے اس تحریک کو اس کی سیاسیات سے جو تعلق تھا اس کی وجہ سے اکثر علماء کو غلط فہمی ہوئی ہے ان کو (میکڈونلڈ) اس میں صرف یہی نظر آتا ہے کہ ایران سے عربوں کی سیاسی قوت کو مٹانے کی یہ ایک زبردست سازش تھی انہوں نے اسماعیلیہ مذہب پر جس کے پیرووُں میں بعض اچھے دماغ اور مخلص دل کے لوگ بھی تھے یہ الزام لگایا کہ یہ سنگ دل قاتلوں کی ایک جماعت تھی جو ہمیشہ اپنے شکار کی تاک میں رہتی تھی ان لوگوں کی سیرت کا اندازہ کرتے وقت ہم کو یہ یاد رکھنا چاہیے انہوں نے نہایت ہی وحشیانہ ظلم و تعدی سی مجبور ہو کر اس خون ریز تعصب کا انتقام لیا مذہبی اغراض کے لئے قتل و خون ناقابل اعتراض سمجھا جاتا تھا حتیٰ کہ کل سامی نسل میں یہ جائز قرار دیا گیا تھا، سولہویں صدی کے نصف آخر تک پاپائے روما، سینٹ بارتھولومیو کے وحشت ناک قتل کو بھی روا رکھتا تھا یہ ایک بالکل جدید تصور ہے کہ ایسا قتل و خون خواہ وہ مذہبی جوش کے تحت ہی کیوں نہ سرزد ہوا ہو پھر بھی ایک جرم ہے اور انصاف کا اقتضاء یہ ہے کہ قدیم اقوام کو ہم اپنے معیار خطا و صواب سے نہ جانچیں ایک زبردست مذہبی تحریک جس نے ایک عظیم الشان سلطنت کی عمارت کی بنیادوں کو ہلا دیا ہو اور جو ظلم و تعدی، کذب و بہتان اور ملامت و سرزنش کے سخت امتحان سے کامیابی کے ساتھ گذر چکی ہو اور علم و حکمت کی صدیوں علم بردار رہی ہو وہ ایک سیاسی سازش کی کمزور بنیاد پر جس کی نوعیت بالکل مقامی اور عارضی تھی کلیتہً انحصار نہیں کر سکتی اسماعیلیت باوجودیکہ اسکی ابتدائی قوت مٹ چکی ہے پھر بھی وہ ہندوستان، ایران، وسط ایشیا، شام اور افریقہ کے کثیر التعداد افراد کے اخلاقی نصب العین پر حکمران ہے ایرانی تفکر کے آخری مظہر یعنی بابی مذہب کی نوعیت بھی دراصل اسماعیلی ہے۔'' (۴)

اپنے Ph.D کے مذکورہ بالا تحقیقی مقالے میں ہی علامہ اقبال نے اسماعیلیت کے فلسفہ اور فکری نہج کو نہایت عمدگی سے بیان کیا ہے۔انہوں نے انتہائی اختصار مگر جامعیت کے ساتھ اسماعیلیہ فلسفے کو بیان کرنے کی کوشش کی ہے اُسے ہم نکات کی صورت میں یوں بیان کر سکتے ہیں۔

۱۔ خدا یا انتہائی ہستی اعراض سے معرا ہے اس کی فطرت میں کسی محمول کو دخل نہیں (۵)

۲۔ اس کی فطرت میں تمام متناقضات معدوم ہو جاتے ہیں اور اسی سے تمام متخالف صادر ہوتے ہیں (۶)

۳۔ ایک سے صرف ایک ہی پیدا ہو سکتا ہے لیکن یہ ایک اس چیز سے مختلف نہیں ہے جس سے یہ پیدا ہوا ہے یہ دراصل ہستی اولیٰ ہی ہے جو مبدل ہو گئی ہے لہذا وحدت اولیٰ نے اپنے آپ کو عقل اول (عالمگیر عقل) میں مبدل کر دیا اور اپنی اس تبدیلی سے عالمگیر روح کو پیدا کیا اور اس روح نے اپنے اصلی مبداء سے کامل مماثلت پیدا کرنے کے لئے حرکت کی ضرورت محسوس کی اور اسی وجہ سے ایک ایسا جسم درکار ہوا جس میں حرکت کی قوت ہو اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے روح نے افلاک کو پیدا کیا جو اسکی ہدایت کے مطابق حرکت دوری میں ہے۔اس نے عناصر کو بھی پیدا کیا، جن کے باہمی امتزاج سے عالم مرئی نے تشکیل پائی۔یہ گویا کثرت وتعدد کا ایک منظر ہے جس میں سے گزر کر روح اپنے اصلی ماخذ کی طرف واپس جاتی ہے۔(۷)

۴۔ عالمگیر روح وقتاً فوقتاً امام کی شخصیت میں حلول کر جاتی ہے اور امام روح کو اس تجربہ وفہم کی مناسبت سے روشن کر دیتا ہے اور کثرت وتعدد کے منظر سے بتدریج اس کی راہنمائی وحدت ازلی کے عالم کی طرف کرتا ہے۔(۸)

اگر مذکورہ بالا نکات کا بنظر غائر جائزہ لیا جائے تو ہمیں درج ذیل نتائج کی طرف راہنمائی ملتی ہے۔

۱۔اسماعیلیت کے فلسفہ میں ہویت مطلقہ کی بجائے ہویت فعلیہ کا تصور پایا جاتا ہے۔

۲۔اُن کے تصور تخلیق کو دیکھا جائے تو نظریہ صدور کے اشارات ملتے ہیں

۳۔اُن کے تصور امامت میں عالمگیر روح کے حلول کی تجلی دکھائی دیتی ہے۔

علامہ اقبال اسماعیلیہ کے فلسفہ پر یوں تبصرہ کرتے ہیں۔

> ''بقول شہرستانی کے یہ فلسفیانہ اور مانوی تصورات کا ایک مرکب ہے ارتیابیت کی خوابیدہ روح کو بیدار کر کے انہوں نے مبتدیوں کو اس فلسفہ کے جرعے نوش کرائے اور بالآخر ان کو روحانی آزادی کے اس زینہ تک پہنچا دیا جہاں مذہبی رسوم مٹ جاتے ہیں اور تحکمانہ مذہب کار آمد دروغ بافیوں کا ایک منضبط ومرتب مجموعہ نظر

آتا ہے۔اسی تسلسل میں مزید کہتے ہیں''۔

''اسماعیلیوں کا نظریہ اس امر کی سب سے پہلی کوشش تھی کہ مروجہ فلسفہ کو ایرانیوں کے اصلی تصور کائنات سے ملا کر اسلام کو اس کی روشنی میں پیش کیا جائے اور قرآن کی تمثیلی تفسیر کی جائے یہ وہ طریقہ تھا جس کو تصوف نے بعد میں اختیار کیا۔(۹)

علامہ اقبال کا Ph.D کا تحقیقی مقالہ "The Development of Metaphysics in Persia" جس کے حوالے سے ہماری گفتگو جاری ہے اُس کا پانچواں باب اُنھوں نے Sufism کے عنوان کے تحت لکھا ہے اُس میں اُنھوں نے شیخ شہاب الدین سہروردی کی فکر کو "Reality As Light ____ Al _ Ishraqi" کے عنوان کے تحت زیر بحث قرار دیا ہے اس ذیل میں بھی اقبال نے اسماعیلیہ فرقہ کے فلسفے کو مورد بحث قرار دیا ہے۔(۱۰) لیکن وہاں بھی کم وبیش وہی نکات بیان کئے ہیں جو ہم مذکورہ بالا مباحث میں بیان کر چکے ہیں لہذا اس سے صرف نظر کرتے ہوئے اب ہم یہ دیکھیں گے علامہ اقبال نے اپنی دیگر تحریروں میں اسماعیلیت کے حوالے سے کیا نقطہ نظر اختیار کیا ہے۔

علامہ اقبال ۱۹۱۶ میں ''تاریخ تصوف'' کے نام سے ایک کتاب لکھنا چاہتے تھے مگر سوئے اتفاق کہ وہ اسے تحریر نہ کر پائے البتہ اُس کے صرف تین ابواب کے اشارات وحواشی لکھ پائے اُن اشارات میں یونانی فلسفہ سے اسماعیلیہ تحریک کی مشابہت کے حوالے سے انہوں نے جو نقطہ نظر اختیار کیا وہ تقریباً وہی ہے جو انہوں نے ۱۹۰۵ تا ۱۹۰۷ یورپ میں اپنے Ph.D کے تحقیقی مقالے The Development of Metaphysics in Persia کی تحریر کے دوران اختیار کیا تھا تاریخ تصوف کے حواشی واشارات میں اسماعیلیہ فرقہ کے بارے میں وہ یوں گویا ہوتے ہیں۔

''افلاطونیت جدید کے اس نہایت ہی ناقص خاکے سے ناظرین کم ازکم اس قدر اندازہ کر سکیں گے کہ افلاطونی فلسفے کی اس صورت میں اسلامی تصوف کے تمام بڑے بڑے عناصر موجود ہیں اور یہ بات مطلق بعید از قیاس نہیں کہ اسلامی تصوف اور دیگر مذہبی تحریکوں پر دائرہ اسلام میں نشو ونما پا رہی تھیں اس کا اثر ہوا اسماعیلیہ مذہب کا فلسفہ تو اس کے ساتھ پوری مشابہت رکھتا ہے فرق صرف اس قدر ہے کہ اسمٰعیلیوں کے نزدیک عقل کل وقتاً فوقتاً ایک امام کی صورت میں دیگر انسانوں کی

ہدایت کے لئے ظہور پذیر ہوتی رہتی ہے''۔(۱۱)

اردو شعری مجموعہ ''بال جبریل'' کے آخر میں ''ظریفانہ'' کلام کے عنوان کے ایک شعر میں سر آغا خان کا ذکر ملتا ہے لیکن وہ ان کے فلسفہ و مذہب کے حوالے سے نہیں ہے بلکہ لارڈ کرزن نے فلسطین و عراق کے مسئلے پر اپنے مفادات کے تحفظ اور مسلمانوں کو فریب دینے کی کوشش کی اور اس سلسلے میں سر آغا خان نے کرزن کی خواہش پر ہندوستان سے ایک وفد طلب کرنے کی کوشش کی اس پر اقبال نے بڑے ظریفانہ انداز میں تنقید کی کہ سر آغا خان ہندوستان سے وفد طلب کرتے ہیں کیا یہ فلسطین و عراق کو ہضم کرنے کے لئے ایک چورن کے طور پر کام کرے گا؟

شام کی سرحد سے رخصت ہوا وہ رندلم لیزل

رکھ کے میخانے کے سارے قاعدے بالائے طاق

یہ اگر سچ ہے تو ہے کس درجہ عبرت کا مقام

رنگ اک پل میں بدل جاتا ہے یہ نیلی رواق

حضرت کرزن کو اب فکر مداوا ہے ضرور

حکم برداری کے معدے میں دردلایطاق

وفد ہندوستان سے کرتے ہیں سر آغاخاں طلب

کیا یہ چورن ہے پئے ہضم فلسطین و عراق

۱۲

۱۹۳۵ء میں بعض افراد کی طرف سے ''قادیانیت'' کے مسئلے پر استفسارات کے جواب میں علامہ اقبال

نے قادیانیت کے بارے میں اپنا اور جمہور مسلمانوں کا نقطۂ نظر ایک مقالے کی صورت میں تحریر کیا اس پر جہاں قادیانی بہت تلملائے وہیں ''پنڈت جواہر لال نہرو'' نے ایک طویل مضمون قادیانیت کی حمایت میں تحریر کیا جس میں پنڈت نہرو نے علامہ اقبال سے بعض سوالات بھی دریافت کئے جو بالواسطہ اور بلاواسطہ قادیانیت کی حمایت تھی علامہ اقبال نے اپنا ایک طویل مضمون بعنوان'' پنڈت جواہر لال نہرو کے سوالات کا جوابات'' تحریر کیا اس مضمون میں پنڈت نہرو کے سوالات کے جواب دیتے ہوئے علامہ اقبال نے مذہبی، عقلی، منطقی، معاشرتی اور عمرانی حوالوں سے بہائیت و قادیانیت ہر دو کو خارج از اسلام قرار دیا چونکہ پنڈت نہرو نے اپنے مضمون میں اسماعیلیت کو بھی قادیانیوں کے زمرے میں شمار کرنے کی کوشش کی تھی لہذا اس مضمون کے آخر میں علامہ اقبال نے اسماعیلیہ فرقہ کا بھی تذکرہ کیا جس سے اسماعیلیت کی مذہبی حیثیت کے بارے میں علامہ اقبال کے نقطۂ نظر سے آگاہی حاصل ہوتی ہے۔ اقبال کہتے ہیں،

> ''ہز ہائی نس آغا خان کے متعلق میں دو ایک لفظ کہنا چاہتا ہوں میرے لئے اس امر کا معلوم کرنا دشوار ہے کہ پنڈت جواہر لال نہرو نے آغا خان پر کیوں حملے کئے شاید وہ خیال کرتے ہیں کہ قادیانی اور اسماعیلی ایک زمرے میں آتے ہیں وہ اس بات سے بداھتہً بے خبر ہیں کہ اسماعیلیوں کی دینیاتی تاویلات کتنی ہی غلط ہوں پھر بھی وہ اسلام کے بنیادی اصولوں پر ایمان رکھتے ہیں یہ سچ ہے کہ اسماعیلی تسلسل امامت کے قائل ہیں لیکن ان کے نزدیک امام حامل وحی نہیں ہوتا وہ محض قانون کا مفسر ہوتا ہے کل ہی کی بات ہے کہ ہز ہائی نس آغا خان نے اپنے پیروؤں کو حسب ذیل الفاظ سے مخاطب کیا تھا (دیکھو سٹار، الہ آباد ۲۱ مارچ ۱۹۳۴ء) ''گواہ رہو اللہ ایک ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے رسول ہیں قرآن اللہ کی کتاب ہے کعبہ سب کا قبلہ ہے، تم مسلمان ہو اور مسلمانوں کے ساتھ زندگی بسر کرو، مسلمانوں سے السلام علیکم کہہ کر ملو، اپنے بچوں کے نام اسلامی رکھو مسجد میں با جماعت نماز پڑھو پابندی سے روزے رکھو اسلامی قانون نکاح کے مطابق اپنی شادیاں کرو تمام مسلمانوں سے اپنے بھائیوں کی طرح برتاؤ کرو'' اب پنڈت جواہر لال نہرو کو اس امر کا تصفیہ کرنا چاہیے کہ آیا آغا خان اسلامی وحدت کی نمائندگی کر رہے ہیں یا نہیں''(۱۴)

اسماعیلی فرقہ کے بارے میں علامہ اقبال کی جملہ تحریروں کے مطالعے سے یہ نتائج اخذ ہوتے ہیں۔

۱۔ اسماعیلی فرقہ کے فلسفیانہ مابعدالطبیعیاتی افکار میں غیر اسلامی عناصر (حکمت یونان، مانویت، مسیحیت، قدیم ایرانی افکار، افلاطونیت جدیدکی آمیزش کو تسلیم کرتے تھے۔

۲۔ میکڈونلڈ اور ابن حزم کی اس رائے کہ ''اسماعیلیہ فرقہ ایرانیوں کی عربوں کے سیاسی تسلط کے خلاف ایک سازش ہے'' کو درست تسلیم نہیں کرتے تھے، بلکہ اسماعیلی فرقہ کے فلسفہ کو مضبوط بنیادوں پر استوار سمجھتے تھے۔

۳۔ اقبال کے نزدیک اگرچہ اسماعیلیہ کی دینیاتی تاویلوں میں شدید قسم کے اشتباہات پائے جاتے ہیں لیکن اس کے باوجود وہ اسے ملت اسلامیہ کے بنیادی اصولوں (توحید، نبوت نبی آخر الزمانؐ، قیامت، قرآن، کعبہ) پر ایمان رکھنے والے گردانتے تھے۔

۴۔ فرقہ اسماعیلیہ کو اس کے تمام تر فروعی وتاویلاتی اختلاف (نظریہ امامت وغیرہ) کے باوجود ملت اسلامیہ میں شمار کرتے تھے اور انہوں نے اس کا سبب اسلام کے بنیادی عقائد پر ان کے ایمان کو قرار دیا۔

۵۔ اسماعیلیہ فرقہ کی ابتدا و نمو، اُن کے بعض غیر اسلامی مظاہر، ان کے فلسفیانہ عقائد میں اسلامی اثرات و نظریات کے مظاہر اور دینیات میں ان کی تاویلات کو نہایت عمدگی سے بیان کیا ہے۔

۶۔ یہاں قابل ذکر بات یہ ہے کہ اپنے Ph.D کے مقالے کے بعد کی تحریروں بالخصوص فلسفیانہ افکار میں (خطبات) اقبال اسماعیلیہ کے فکر و فلسفہ کو خور اعتنا نہیں گردانتے اور مقالے کے بعد اگر کہیں اسماعیلیہ کا ذکر آیا بھی ہے تو وہ یا تو سیاسی حوالے سے ہے اور یا پھر ضمناً ہے۔

حوالہ جات

۱ علامہ محمد اقبال۔فلسفہ عجم۔(مترجم میر حسن الدین) کراچی: نفیس اکیڈمی، ۱۹۶۹ء: ص ۵۵۔۸۴

۲ سید امیر علی۔روح اسلام۔(مترجم محمد ہادی حسین)لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۸۰: ص ۴۸۵

۳ علامہ محمد اقبال۔فلسفہ عجم۔(مترجم میر حسن الدین) کراچی: نفیس اکیڈمی، ۱۹۶۹ء: ص ۸۷۔۸۶

۴ ایضاً ص۸۹۔۸۷

۵ ایضاً ص۸۹

۶ ایضاً ص ص۸۹۔۹۰

۷ ایضاً ص۹۰

۸ ایضاً ص۹۱

۱۹ یضاً ص۹۱

۱۰ ایضاً ص۹۱

۱۱ محمد اقبال ۔ تاریخ تصوف۔ مرتبہ صابر کلوروی لاہور۱۹۸۷ مکتبہ تعمیر انسانیت ص ۳۷۔ ۳۶ (یہاں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ یہ علامہ اقبال کی مطبوعہ کتاب نہیں ہے بلکہ وہ اس موضوع پر کتاب لکھنا چاہتے تھے مگر بوجوہ نہ لکھ سکے البتہ انھوں نے اس موضوع پر کتاب لکھنے کے لئے اشارات و حواشی تحریر کیے ۔ انھی حواشی کو جمع کر کے صابر کلوروی صاحب تاریخ تصوف کے نام سے کتاب شائع کردی۔)

۱۲ علامہ محمد اقبال۔کلیات اقبال اردو۔لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۸۴: ص ۴۹

۱۳ علامہ محمد اقبال۔حرف اقبال۔(مرتب و مترجم لطیف احمد خان شروانی) اسلام آباد: علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، ۱۹۸۴: ص ۴۹